Majallah-e-Tahqiq
Research Journal of
the Faculty of Oriental Learning
Vol: 31, Sr.No.79, 2010, pp 27 - 46

مجلّہ تحقیق
مجلۂ کلیۂ علوم شرقیہ
جلد ۳۱، اپریل۔ جون ۲۰۱۰ء، شمارہ ۷۹

مثنوی رمز العباد کا ایک نادر اور نایاب مخطوطہ

پروفیسر ڈاکٹر عصمت اللہ زاہد☆

Abstract:

Haji Muhammad Naushah Ganj Bukhash was a famous Sufi of the Punjab who also contributed a lot to Punjabi and Urdu languages. Masnawi namely "Gunj al Asrar or Ramz al Ibad" is a master piece of his sufi poetry in urdu. Some scholars doubt the attribution of the Masnawi to him. Luckily, the author of this research article somehow discovered a manuscript of Hazrat Nousha's poetry written in 11 th century al Hijra. The article is furnished with the text of the Masnawi along with a detailed discussion regarding the literary beauties of the said Masnawi.

جنوبی ایشیا کے اس خطے میں جن جلیل القدر اولیائے عظّام نے مخلوقِ خدا کی دینی و دنیاوی رہنمائی کے لیے علم و حکمت کے چراغ روشن کیے ان میں حضرت حاجی محمد المعروف بہ نوشہ گنج بخش قادریؒ کا نام نامی نمایاں حیثیت کا حامل ہے۔ آپ ۱۰۱۴ھ/ ۱۶۰۵ء (۱) موضع گھگانوالی تحصیل پھالیہ ضلع گجرات (موجودہ منڈی بہاء الدین) میں پیدا ہوئے اور ۱۱۰۳ھ/ ۱۶۹۱ء میں وصال فرمایا (۲) مزار موضع رنمل شریف میں ہے۔ آپ کے آباؤ اجداد اپنی

☆ چیئرمین، شعبہ پنجابی، اورینٹل کالج، پنجاب یونیورسٹی لاہور

خاندانی شرافت و نجابت اور تقویٰ و پرہیزگاری میں مشہور تھے۔ خصوصاً آپ کے والد بزرگوار حضرت شیخ علاؤ الدینؒ جنھوں نے سات بار پیدل حج کی سعادت حاصل کی اور آپ کے چچا شیخ رحیم الدینؒ نیکی و پارسائی میں یکتائے روزگار تھے۔ عہدِ مغلیہ کے نامور صاحبِ طرز ادیب محمد ماہ صداقت کنجاہی نے اُن کا ذکر یوں کیا ہے:

''دودمان مجموعہ کرامت ایشان، در قلمرو پنجاب بمشق صلاح وتقویٰ روشنائی دارد۔ و فہرست کمالات معانی پنہانی ، آں صفاکیش ، چوں نوشتہ کراماً کاتبین محو و منسی نتواند شد۔ خصوصاً شیخ رحیم الدین عم بزرگوار آں چراغ دودۂ کبارعم انوارہ ،کہ چوں معنی ، صاحب لفظ بودہ۔ ریاضت ذوالنون خمیدہ پشت و بجنب مجاہدۂ آں شمشیر قطع تعلقات چوں نوں تنوین، وجود نداشت، و قربانی مقام ابراہیم فنافی اللہ یعنی شیخ علاء الدین ،قبلہ گاہ حاجی کعبہ وجہ اللہ کہ جادہ پیمائی ابراہیم ادھم، چوں نقش مسطر، برائے بیت می شمرد، یک نفس بے سفر، کعبۂ قبلہ نما ، آرام دلش ممکن نبود۔ قامت خم گشتۂ او، برنگ حطیم ، زیارت گاہ داستان و دِل پُرشور زمزم دار، صفا بخشِ پاکبازاں۔ از رشک داغ عشق ، آں مشکیں کاکل مسکین نواز حجرالاسود در سوادِ کعبہ چوں خال چہرہ حبشی، مستور۔ واز شرمِ حق گزاریٔ آں ابن السبیل سعادت، دمساز، ام القریٰ، عروس وار بحیا مشہور۔ کعبۂ پشمینہ پوش، باستقبال آں لبریز، زمزمہ شورِ عشق، چوں صوفی وجہ پرداز، از خویش می رفت۔ وکوہِ صفا تبعظیمِ آں گوھرِ کانِ صدق، مانند صدا، از سر خویش برمی خاست۔ شہرت بہفت حج آں دیباچہ ہشت بہشت برنگ سبعہ سیارہ حکم تواتر دارد ...... مجموعہ تقویٰ و طہارت ''بی بی جیونی'' والدۂ ماجدۂ آں ابوالوقت، آں قدر جدوجہد عصمت و پاکی داشت کہ توحیدِ رابعۂ بصری پیش

تفرید آں یگانہ عصر صفر وار در ہیچ شمار نبود۔''(۳)

آپ کے والد اور چچا اپنے آبائی علاقہ موضع پنن وال (تحصیل پنڈ دادن خاں) سے ہجرت کر کے گھگانوالی میں سکونت پذیر ہوئے تھے۔ اشرف منچری کی کنز الرحمت (قلمی) اور حضرت نوشہ گنج بخشؒ کی اولاد میں سے سائیں حسن محمد کی تصنیف تحائف اصفیاء سے بھی اسی حقیقت کی تصدیق ہوتی ہے۔ بقول سائیں حسن محمد:

پنن وال پہلے تھا آرام گاہ
وہاں راجپوتوں کا تھا عزو جاہ
حضرت بھی خود راجپوتوں میں تھے
ولے اقرباؤں کو نہ جانتے(۴)

آپ نے ابتدائی تعلیم قریبی گاؤں جاگو تارڑ کے مدرسہ سے حاصل کی اور بعد ازاں باطنی تربیت کے لیے بھلوال جا کر سلسلہ قادریہ کے معروف روحانی بزرگ حضرت شیخ سلیمان نوریؒ حضوری کے دست حق پرست پر بیعت کی۔ آپ ایک عرصہ تک ان کی خدمت میں رہے اور مرشد کامل کی نگرانی میں سلوک کی منازل طے کیں۔ مرشد نے خلافت و اجازت سے نوازا اور انہیں نوشہرہ تارڑاں میں اپنا تبلیغی مرکز قائم کرنے کا حکم دیا۔

آپ کے خلفاء کی ایک قابل ذکر تعداد پنجاب، کشمیر اور افغانستان تک پھیلی ہوئی تھی چنانچہ آپ کی تبلیغی کوششوں سے ہزاروں افراد کو ایمان کی دولت نصیب ہوئی۔ آپ نے وعظ و نصیحت کے ساتھ ساتھ تصنیف و تالیف کا سلسلہ بھی جاری رکھا۔ آپ کی تصانیف ایک عرصہ تک پردہ اخفا میں رہیں مگر اب ان میں سے اردو مثنوی گنج الاسرار ۱۹۶۴ء میں، پنجابی نثری وعظ مواعظ نوشہ کے نام سے ۱۹۶۸ء اور ۱۹۷۳ء میں اردو شاعری انتخاب گنج شریف ۱۹۷۵ء میں ملفوظات چہار بہار فارسی ۱۹۷۹ء اور پنجابی شاعری گنج شریف پنجابی ۱۹۸۰ء میں منظر عام پر آچکے ہیں۔

مثنوی گنج الاسرار مذکور بہت سے دیگر ناموں سے متعارف رہی ہے۔ جیسے بیان اشغال، رمز العشق، گیان لہر، رمز العباد، واحد نامہ، کلام الملوک، وحدۃ نامہ، بیان تصوف، نسخہ طریقت اور راہ سلوک وغیرہ۔ آپ کی شاعری انتخاب گنج شریف اور خصوصاً مثنوی گنج الاسرار (رمز العباد) کے بارے میں خورشید احمد خاں نے اورینٹل کالج میگزین صد سالہ نمبر ۱۹۸۲ء میں ایک مقالہ ''حضرت نوشہ گنج بخشؒ سے منسوب اردو شاعری کی اصل حقیقت'' کے عنوان سے لکھا۔ جس کا لبِ لباب یہ تھا کہ یہ اردو کلام نوشہ صاحب کا نہیں خصوصاً گنج الاسرار غلام محی الدین میر پوری کی تصنیف ہے۔ اعتراض کی بنیاد یہ تھی کہ کوئی ایسا مخطوطہ موجود نہیں جو یہ شہادت پیش کر سکے کہ یہ غلام محی الدین میر پوری کی تصنیف (۱۱۳۱ھ) سے قبل کا تحریر شدہ ہے۔ راقم نے ۱۹۸۸ء میں اپنا پی ایچ-ڈی کا مقالہ '' نوشہ گنج بخش حیاتی ،فکر تے فن'' مکمل کیا تو اس کے دوسرے باب میں مثنوی کی زبان اور اندرونی شہادتوں کی بنا پر اسکا مدلل جواب دے کر ثابت کیا تھا کہ گنج الاسرار نوشہ گنج بخشؒ کی ہی تصنیف ہے اور غلام محی الدین میر پوری نے اس کے تتبع میں اپنی گنج الاسرار لکھنے کی کوشش کی ہے۔ مگر اس وقت تک کوئی ایسا مخطوطہ راقم کی نظر سے بھی نہیں گزرا تھا جو ۱۱۳۱ھ سے قبل کا ہو۔ البتہ راقم السطور نے اس امر کا اظہار ضرور کیا تھا کہ نوشہ صاحبؒ کی اولاد میں سے محترم برق نوشاہی مرحوم نے ایک ملاقات میں بتایا تھا کہ انہوں نے موضع چومک آزاد کشمیر کے ایک نجی کتب خانے میں گنج الاسرار کا ایک مخطوطہ ضرور دیکھا تھا جس پر ۱۱۰۷ھ درج تھا اور گنج الاسرار کے اشعار نوشہ صاحب کے نام سے ہی تحریر تھے۔ اس مخطوطے کا آزاد کشمیر کے علاقے میں موجود ہونا اس لیے بھی قرین قیاس ہے کہ حضرت نوشہؒ کے مرید و خلیفہ حضرت عبداللہ چومکیؒ اور حافظ طاہرؒ اس علاقے میں قیام پذیر تھے اور مخلوق خدا کی دینی و روحانی رہنمائی کے فرائض انجام دے رہے تھے۔ نیز نوشاہی فقراء نے چونکہ ساڑھے تین سو سال سے اسے نوشہ صاحبؒ کی تصنیف سمجھتے ہوئے اپنے ذکر فکر کے لیے اپنا رکھا ہے اور بہت سے درویشوں کو یہ حفظ ہے اور وہ اپنے سالکین کو اس کا درس بھی دیتے ہیں۔

اس لیے اس حقیقت کو تسلیم کرنا پڑے گا کہ یہ نوشہ صاحبؒ کی ہی تصنیف لطیف ہے۔ مگر اب اس حقیقت کی تصدیق کے لیے ایک اور ناقابل تردید تحریری ثبوت رمز العباد (گنج الاسرار) کے نو دریافت شدہ قلمی نسخے کے روپ میں مل گیا ہے۔

نسخے کا تعارف

دو سال قبل محترم دیوانِ شاہ ہمدان سید وقار علی حیدر ہمدانی نوشاہی (قصور) کے توسل سے رمز العباد (گنج الاسرار) کا ایک قلمی نسخہ ملا۔ اب تک دریافت ہونے والے نسخوں میں یہ شاید قدیم ترین ہے۔ کیونکہ اس پر سن تحریر ۱۱۰۰ ہجری درج ہے۔ موٹے اور کھردرے سفید کاغذ کے پانچ اوراق پر مشتمل اس نسخے کا سائز ۲۵×۱۶- س.م ہے۔ پہلے ورق پر بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کے نیچے خط نسخ میں کلام الملوک، ملوک الکلام اور پھر عربی سٹائل میں رمز العباد جلی قلم سے لکھا ہوا ہے۔ اس کے نیچے ورق کے عین وسط میں باریک قلم میں تصنیف لطیف اور خط نستعلیق میں نمایاں قلم سے حاجی محمد نوشہ گنج بخش مجدد اعظم رنمل شریف گجرات، لکھا ہے آخر میں مرتب کا نام یوں تحریر ہے:

''فقیر سید جمال شاہ گیلانی قادری نوشاہی ساکن ہیبت پور پٹی در شہر قصور''

یہ نسخہ فقیر سید جمال شاہ گیلانی ؒ (م ۱۱۶۲ھ) کے اپنے ہاتھ کا تحریر کیا ہوا ہے کیونکہ پہلے ورق کے پشت پر آٹھ سطور میں درج ہے۔

''باسمہٖ تعالےٰ

مسمیٰ الفقیر سید جمال شاہ گیلانی عرض گزار ہے کہ میں نے رمز العباد اپنے پیر و مرشد جناب حضرت پیر سچیار قادری نوشاہی کی ذاتی بیاض سے نقل کیا ہے۔

درنقل شدہ نسخہ تاریخ ۷۔ ربیع الاول ۱۱۰۰ ہجری ''ذوالجلال والاکرام''

آستانہ عالیہ قادریہ نوشاہیہ ہیبت پور پٹی در شہر قصور''

دوسرے ورق سے مثنوی کا باقاعدہ آغاز ہوتا ہے۔ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کے بعد

رمزالعباد جلی قلم میں اور پھر درمیانی قلم سے خط نستعلیق میں پہلا شعر یوں درج ہے:

''جس ذات کا اللہ ناؤں اس کا تجھے بتاؤں تھاؤں''

کتاب کے نام اور پہلے شعر کے گرد سنہرے بیل بوٹے کا کام ہوا ہے۔ ورق کے بقیہ حصے پر پانچ اشعار درج ہیں۔ ورق ۲۔ ب تا ورق ۵۔ الف، ۱۲۔سطور فی صفحہ، جبکہ ورق ۵۔ ب پر دس سطور یعنی آٹھ اشعار رقم کیے گئے ہیں۔ آخری شعر:

رمز العباد ہے اس کا نام
نوشہ ظاہر کیے تمام

آخری شعر کے علاوہ پورے نسخے میں کہیں کہیں بعض اشعار کے گرد بھی سنہرے کا کام کیا گیا ہے۔

افادیت

اس نسخے کی افادیت کئی حوالوں سے بنتی ہے:

۱۔ اب تک دریافت ہونے والے نسخوں میں یہ سب سے قدیم ترین ہے۔

۲۔ اس پر سن تحریر ۱۱۰۰ ہجری درج ہے۔ جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ حضرت نوشہ گنج بخشؒ کی حیاتِ مبارکہ میں ہی نقل کیا گیا ہے کیونکہ حضرت نوشہؒ کا سال وفات ۱۱۰۳ ہجری ہے۔

۳۔ مخطوطے کا اصل ماخذ حضرت نوشہ گنج بخشؒ کے خلیفہ حضرت پیر محمد سچیارؒ (وفات ۱۱۲۰ھ) کے پاس تھا۔ جو یقیناً انہیں اپنے مرشد نوشہ صاحبؒ کی بارگاہ سے عطا ہوا ہوگا۔

۴۔ سید جمال شاہ گیلانی نے جب یہ نسخہ نقل کیا تو اس وقت نوشہ صاحبؒ موضع رنمل میں رہائش پذیر تھے کیونکہ ٹائٹل پر رنمل شریف گجرات کا ذکر موجود ہے۔

۵۔ سید جمال شاہ گیلانی نے جب یہ نسخہ نوشہ صاحبؒ کی حیات مبارکہ میں نقل کیا ہے تو انہیں اپنے دادا مرشد (حضرت نوشہؒ) کی زیارت کا شرف بھی ملا ہوگا۔

۶۔ نسخہ نقل کرتے وقت جن لفظیات کی سہواً تبدیلی واقع ہوئی، اس کے متبادل اصل لفظ

حاشیہ میں درج کیے گئے ہیں۔ اگرچہ یہ تین چار لفظ ہی ہیں۔

۷۔ ورق ۵۔الف پر اُن حروف مقطعات کی وضاحت ہے جو سالک کو سجدے کی حالت میں پڑھنے ہوتے ہیں بلکہ ان کو کتنی تعداد میں پڑھنا ہے اس کا طریقہ بھی بتایا گیا ہے۔

۸۔ رمز العباد کا یہ نسخہ سید جمال شاہ گیلانیؒ کے اپنے ہاتھ کا نقل کردہ ہے جو اس بات کا ثبوت ہے کہ وہ نہ صرف ظاہری و باطنی علوم میں یگانہ بلکہ عمدہ خطاط بھی تھے۔

۹۔ ۸۷۔اشعار پر مشتمل اس نسخے کے مل جانے سے یہ تحقیق بھی ہو سکے گی کہ مطبوعہ نسخہ جات میں الحاقی اشعار کونسے ہیں اور ان کی تعداد کتنی ہے اور انہیں کس عہد میں رمز العباد کا حصہ بنایا گیا۔

۱۰۔ اس نسخے کا متن مکمل ہے اور خوبصورت خط نستعلیق میں ہے۔ اس لیے پڑھنے میں کوئی خاص مشکل پیش نہیں آتی۔

۱۱۔ ۱۱۰۰ہجری میں نقل کیے جانے والے اس مخطوطے کے پہلے ورق پر رمز العباد تصنیف لطیف حاجی محمد نوشہ گنج بخش مجدد اعظم رنمل شریف لکھا ہے۔ اگر آپ اُس وقت تک رحلت فرما چکے ہوتے تو نام کے ساتھ رحمتہ اللہ علیہ ضرور لکھا ہوتا۔ اس سے یہ حقیقت بھی اظہر من الشمس ہوتی ہے کہ آپ اپنی ظاہری حیات میں ہی رنمل شریف تشریف لے آئے تھے اور یوں محکمہ مال کے کاغذات میں درج اس بیان کی تصدیق بھی ہو جاتی ہے جو موضع رنمل کی مسل حقیت سے متعلق ہے کہ:

> ''مسمی نوشہ صاحب فقیر قوم راجپوت گوت جالپ بطور سیاحی اس جگہ آیا۔ لب دریا مکانات و مسجد وغیرہ بنوائی۔ صدمہ دریا سے وہ مکان بُرد ہوگئے، پھر بعد مرنے نوشہ صاحب فقیر کی اولاد اس کی خانقاہ و مسجد وغیرہ مکانات بعمارت پختہ بنائے تب سے یہ قوم فقیر نوشاہی بھی مالک ہے اور دیگر اقوام متفرق مندرجہ شجرہ نسب بندوبست گزشتہ میں پیش گاہ صاحب سپرنٹنڈنٹ سے مالک بن گئے۔ کیفیت مفصل محاذ نام ان کے درج ہے۔'' بلفظہٖ (۵)

رمز العباد کی ادبی ولسانی اہمیت

یہ سچ ہے کہ دیگر بزرگان دین کی طرح نوشہ صاحبؒ نے بھی شاعری کو اپنے صوفیانہ افکار کے اظہار کا ذریعہ بنایا۔ ان کے ہاں فن کی حیثیت ثانوی ہے۔ مگر تبلیغ و اشاعتِ دین میں خودبخود ادبی ولسانی نکھار پیدا ہوتا رہا ہے۔ اگرچہ ان بزرگانِ دین کا تعلق اسرار و رموزِ شعر سے باقاعدہ اُن شعراء کی طرح نہ تھا جو شاہی درباروں کی سرپرستی میں فنِ شعر کی زلفیں سنوارتے رہے۔ لیکن جب چاروں طرف شعر و ادب کی تحسین ہو رہی تو معاشرے کا ایک اہم فرد ہونے کے ناطے صوفیا بھی اس کے اثرات سے مبرا نہیں ہو سکتے تھے۔ شاید اسی سبب ایسے صوفیانہ کلام میں بہت سی ادبی ولسانی خوبیاں پیدا ہو گئی ہیں، جو رمز العباد میں بھی نظر آتی ہیں۔ مگر انہیں سمجھنے کے لیے اُردو مثنوی نگاری کے سیاسی، سماجی اور تاریخی پس منظر کو ذہن میں رکھنا ضروری ہے۔

بہمنی سلطنت کے روبہ زوال ہونے کے نتیجے میں گولکنڈہ، بیجاپور اور احمد نگر کی ریاستوں کا وجود عمل میں آیا تو قطب شاہی حکمرانوں کے ہندو خاندانوں کے ساتھ راہ و رسم بھی بڑھنے لگے اور یوں مقامی زبانوں کا اُس دور کی اردو زبان پر اثر انداز ہونا فطری امر تھا۔ جس کے بعد اردو کا نیا روپ سامنے آنے لگا۔ ان ریاستوں کے حاکم نہ صرف خود شاعر تھے بلکہ شعر و ادب کی سرپرستی ان کا طُرۂ امتیاز تھا۔ غواصی، ملا قطبی، ابن نشاطی، جنیدی، طبعی، فائز مرزا اور مومن جیسے نامور شاعروں کو گولکنڈہ کے دربار کی سرپرستی حاصل ہے۔ خود قلی قطب شاہ کے اٹھارہ سو صفحات پر مشتمل دیوان میں مثنوی، قصیدہ، ترجیع بند اور رباعی ملتی ہے۔ گویا ان اصناف سخن کا رواج مقبولیت حاصل کر رہا تھا جن میں فطری مناظر، مجازی و حقیقی عشقیہ رنگ کے علاوہ مقامی ثقافتی حوالے، خوبصورت تشبیہات و استعارات کے ساتھ موجود تھے۔ بلکہ رام بابو سکسینہ نے تو یہ گمان بھی ظاہر کیا کہ قطب شاہی عہد سے پہلے بھی مذہبی مثنویاں موجود تھیں مگر وہ کسی ادبی درجہ کی حامل نہ تھیں۔(۶) آگے چل کر ولی دکنی کے کلام میں فارسی تشبیہات، استعارے

اور ہندی تراکیب کے ساتھ ساتھ خالص پنجابی کے الفاظ، ترکیبیں اور محاورے، اس کی شاعری کے حسن میں اضافہ کرتے دکھائی دیتے ہیں۔قلی قطب شاہ کے داماد اور جانشین سلطان محمد قطب شاہ اور پھر اس کے بیٹے سلطان عبداللہ شاہ کے عہد میں روایتی قصے مثنوی کے انداز میں عام لکھے گئے۔ ابن نشاطی کی مثنوی ''پھول بن''، غواصی کی ''سیف الملوک''، ''طوطی نامہ''، جنیدی کی ''ماہِ پیکر''، طبعی کی ''بہرام و گل اندام''، تحسین الدین کی ''قصہ کامروپ'' اور فائز کی ''قصہ رضوان شاہ'' اسی دور یعنی سترھویں صدی عیسوی کی یادگار ہیں۔

بیجاپور کے حکمران بھی علم و ادب کی سرپرستی میں کسی سے پیچھے رہنے والے نہیں تھے۔ ابراہیم عادل شاہ نے شاعری کے ساتھ ساتھ فن موسیقی کو بھی عروج دیا۔ البتہ شاعری کے میدان میں اس دور کو ایک خوبی جو سب سے نمایاں کرتی ہے وہ یہ ہے کہ مذہبی اور صوفیانہ مضامین مثنوی کا دامن بھرنے لگے۔ چنانچہ سید میراں ہاشمی کی ضخیم مثنوی یوسف زلیخا (۱۶۸۷ء)، شاہ ملک کا رسالہ احکام الصلوٰۃ (۱۶۷۵ء)، شا امین کے دو رسالے قربیہ اور وجودیہ، قاضی محمود بحری کی مثنوی ''من لگن'' (۱۷۰۰ء)، اسی رنگ کی آئینہ دار ہیں۔ ڈاکٹر عبدالحق کے مطابق شمالی ہندوستان میں سب سے قدیم مثنوی اسماعیل امروہوی کی ''تولد نامہ حضرت فاطمہؓ'' ہے جو ۱۰۵۴ھ تا ۱۱۲۳ھ کے درمیان لکھی گئی ہے مگر:

> ''ادبی اعتبار سے اس کتاب کی کوئی اہمیت نہیں۔ بہت ہی معمولی درجے کی ہے۔لیکن اس سے اتنا ضرور معلوم ہوتا ہے کہ اس وقت دلی کے آس پاس کے اضلاع اور قصبات میں زبان کیسی تھی۔'' (۷)

اسماعیل امروہوی کی ایک اور مثنوی ''معجزہ انار'' کا ذکر بھی ملتا ہے۔ حامد اللہ افسر نے شمالی ہند میں میر تقی میر (پ ۱۱۳۷ھ) کو مثنوی کا پہلا شاعر قرار دیا ہے(۸) جبکہ سید مسعود حسن رضوی کی رائے میں یہ اعزاز فائز دہلوی کو جاتا ہے جس نے مثنوی ''قصہ رضوان شاہ'' ۱۰۹۴ھ میں لکھی۔(۹) اس کے مقابلے میں دلچسپ حقیقت یہ ہے کہ رمز العباد (گنج الاسرار)

۱۰۵۰ھ تا ۱۰۶۰ھ کی تصنیف ہے۔(۱۰) ڈاکٹر گوہر نوشاہی کے خیال میں نوشہ صاحبؒ نے اسے ۱۰۶۴ھ میں تصنیف کیا ہے۔ (۱۱) یوں اس کی لسانی و تاریخی اہمیت دیگر مثنویات سے کہیں زیادہ ہے۔

اس پورے پس منظر سے یہ حقیقت واضح ہوتی ہے کہ گیارھویں صدی ہجری میں پورے ہندوستان میں اردو شعر کی جو صورت تخلیق ہو رہی تھی اس پر ہندی، سنسکرت ، پنجابی ، بھاشا اور دیگر مقامی لہجوں کے اثرات بہت گہرے اور نمایاں تھے، مگر پنجاب کے مرکزی علاقے میں جو اُردو شاعری تخلیق ہو رہی تھی وہ اس لحاظ سے قدرے صاف، رواں اور عام فہم تھی کہ اس کا جھکاؤ زیادہ تر فارسی زبان و تہذیب کی طرف ہوتا جا رہا تھا اور اس کا عکس نوشہ صاحبؒ کی مثنوی میں الفاظ و اصطلاحات کی صورت نظر آتا ہے۔ چنانچہ ڈاکٹر جمیل جالبی کی اس رائے سے اتفاق کرنا پڑتا ہے کہ:

'' گیارھویں صدی ہجری میں ہمیں مثنوی ، غزل اور مخمس بھی نظر آنے لگتے ہیں۔ ہم واضح طور پر محسوس کرنے لگتے ہیں کہ فارسی تہذیب، ہندوی تہذیب پر غالب آ گئی ہے۔ اب ہندوی اصناف سخن اور بحور ٹکسال باہر ہو رہے ہیں اور فارسی اصناف و بحور ان کی جگہ لے رہے ہیں۔ حاجی محمد نوشہ گنج بخشؒ کی مثنوی گنج الاسرار، شاہ مراد خانپوری اور رحمان بابا کا کلام اور عبدالحکیم عطا ٹھٹھوی کی غزلیں اسی تہذیبی اثر کی واضح مثالیں ہیں۔'' (۱۲)

رمز العباد (گنج الاسرار) کا لسانی و فنی حوالے سے مطالعہ اس بات کا ثبوت فراہم کرتا ہے کہ:

'' مناسب اور موزوں قوافی کے استعمال کے علاوہ اشعار میں بے حد روانی اور تسلسل ہے۔ الفاظ کا صوتی آہنگ مثنوی کے اشعار میں ترنم اور موسیقی کی کیفیت پیدا کرتا ہے۔ مثنوی کی زبان پر (کسی حد تک) ہندی کا گہرا اثر ہے۔ اسی بنا پر محترم شرافت نوشاہی مرحوم نے اس مثنوی کی زبان کو

ہندی قرار دیا ہے حالانکہ یہ ہندی نہیں بلکہ اُس دور کی اُردو کا بہترین نمونہ ہے۔ جسے قدیم زمانے میں ہندوی کے نام سے یاد کیا جاتا تھا۔'' (۱۳)

پروفیسر شجاع الدین نے اس مثنوی کی زبان پر بہت ہی عمدہ اور پختہ رائے قائم کی ہے کہ:

''سر زمین پاکستان و ہند پر اسلام کا نیرّ درخشاں طلوع ہوا تو مسلمان حاکموں، تاجروں سیاحوں، عالموں، درویشوں اور مقامی باشندوں میں تبادلہ خیالات کے لیے ایک مشترکہ زبان کی ضرورت پیش آئی۔ یہ زبان جو ہندو پاکستان اور ترکی ،عربی ، فارسی وغیرہ بیرونی زبانوں کے امتزاج سے عالم وجود میں آئی اور دور اسلامیہ میں پروان چڑھی ، اردو کے نام سے موسوم ہوئی...... صوفیاء کرام نے اردو کی نشوونما میں نمایاں حصہ لیا اور اسے اپنی تبلیغی مساعی کا ذریعہ بنایا۔ پنجاب کے مشائخ میں حضرت نوشہ گنج بخشؒ نے بھی اس مشترکہ زبان میں اظہار خیال فرمایا۔ رسالہ گنج الاسرار اسی زبان میں ہے۔ اس رسالہ کا مطالعہ جہاں ہمیں حضرت نوشہ صاحبؒ کے صوفیانہ خیالات سے آگاہ کرتا ہے۔ وہاں ہمیں اس دور کی اردو بھی متعارف کراتا ہے۔ اس عبارت میں ہندی الفاظ، اصطلاحات کی کثرت ہے اور یہ اصطلاحات وہی ہیں جو اس زمانہ کے ہندو مذہبی رہنماؤں (جن میں سکھ گورو بھی شامل ہیں) کے ہاں بھی مستعمل تھیں،عوام میں پرچار کے لیے ان کا استعمال ناگزیر تھا۔'' (۱۴)

ادبی ولسانی حوالے سے قطع نظر 'رمز العباد' فکری پہلو سے بھی خاص اہمیت رکھتی ہے۔ اس میں نوشہ صاحبؒ نے سلسلۂ نوشاہیہ کے درویشوں کے لیے ذکر فکر کے طریقے بتائے ہیں اور اس کی تصنیفی غرض و غائیت یوں بیان کی ہے:

محض خدا رسولؐ کی خاطر — یہ نسخہ میں کیتا ساطر
غرض میری ہے بیان شواغل — تقدیم تاخیر میں نہ ہو غافل (۱۵)

اگر یہ کہا جائے کہ یہ مثنوی نوشہ گنج بخشؒ کے ظاہری و باطنی علم کا بہترین مرقع ہے تو غلط نہ ہوگا۔ اس میں کلام خدا کی برکت، حدیث شریف، کلمہ طیبہ کا ذکر اور اسکا صحیح طریقہ، مرشد کی تلاش اور اطاعت، مرشد کی ذمہ داریاں، طالب کے فرائض، خلوص، نیک نیتی، سوز و گداز، عشق، کشفِ قبور، عالمِ برزخ، ذکرِ حق، تہجد، فنا فی الوجود، فنا فی المرشد، فنا فی اللہ اور عارف باللہ کی پہچان وغیرہ پر خوب روشنی ڈالی گئی ہے۔ علاوہ ازیں شغلِ محمودہ، شغلِ نصیرا، شغلِ مدور، ذِکر سہ پایہ، ذِکر اِسم اعظم اور ذکرِ قصیدہ غوثیہ کا طریقہ بیان کیا ہے۔ یہ وہ تمام رموز ہیں جن کو نوشہ صاحبؒ نے اس انداز سے نظم کیا ہے کہ یہ مثنوی تقریباً ساڑھے تین سو سال سے نوشاہی درویشوں کا وظیفہ بن چکی ہے۔

زیرِ نظر قلمی نسخہ اب تک سامنے آنے والے نسخوں سے نہ صرف قدامت کے لحاظ سے زیادہ اہمیت رکھتا ہے بلکہ اس لحاظ سے بھی قابل توجہ ہے کہ اس کا متن مکمل ہے۔ اس کا معاصر کوئی اور نسخہ منظر عام پر نہیں ہے اس لیے کسی اور سے متن کا تقابل ممکن نہیں۔ چنانچہ اس کا متن من وعن قارئین کی نظر کیا جا رہا ہے۔

رمز العباد

متن

جس ذات کا اللہ ناؤں — اس کا تجھے بتاؤں تھاؤں — ورق ۲۔الف
کم ایک سے تین ہزار — اتنے نام دھرے کرتار
اتنے ہوون جس کے ناؤں — کیونکر چھپتا اس کا تھاؤں
ظاہر دسے عالم کچا — کیونکر چھپتا صاحب سچا

حق ہے باقی عالم فانی　　فانی کی ناں رہی نشانی
وحدت نوں توں کر تحقیق　　اس کوں من سوں کر تحقیق (تصدیق)
ایس مکان کوں پہنچن مشکل　　سخت راہ ہے دُور ہے منزل　ورق ۲-ب
بہت ریاضت محنت طاعت　　دل حاضر راکھے ہر ساعت
فضل خدا کا ار توفیق　　جب سالک کوں ہووے رفیق
تب پہنچے اس راہ سعادت　　علم موافق کرے عبادت
طاعت اوہ جو پیر فرمائے　　اپنا کیا کچھ کام نہ آوے
دارو وہ جو دیوے حکیم　　آپ دارو کیا کرے سقیم
کلام خدا کی دارو کھاناں　　جس جاناں برحق کر ماناں
جو افکار افکار افعال　　جو اوراد وظائف اعمال
جو حروف کلمات عظام　　جو آیات اسماء کرام
جو آویں بندیوں کے کام　　دین دنیا میں ہوویں تمام
سب قرآن مجید میں آئے　　حق تعالیٰ نے آپ فرمائے

توں کیا جانیں میرے کام
کون آیت ار کون ہرنام

کون شغل ار کونسا ذکر　　کونسا عمل ار کونسا فکر　ورق ۳-الف
توں اندھلا تجھ کوں کیا سُوجھے　　بھلے بُرے کوں توں کیا بُوجھے
سر ہویّت خوب پچھان　　یہ نکتہ تو دل سیں مان
جے چاہیں بے رنگی بھیکھ　　ستگور کا توں چہرہ دیکھ

جو فرمائے تجھ کو پیر اس پر چلیں توں ہو فقیر (تجھ کوں پیر)

محض خدا رسول کی خاطر

یہ نسخہ میں کیتا ساطر

جس پر چاہیئے تجھ کو رہنا وہ ضرور ہویا اب کہنا

ادھی رات اُٹھ بیٹھے سالک چار کونٹ کا ہووے مالک

پیچھے اسکے سمجھ سیانے سلاح مومن کا وضو پچھانے

کرے تہجد نال نیاز دل حاضر ار جان گداز

دو رکعت جب پڑھ کر رہے ذکر فکر میں ہو کر رہے

لاَ اِلٰہَ اِلاَّ اللّٰہ سادھے من سُوں اُس دم سب کچھ چھاڑے

ایسی ضرب اللہ کی لاوے جو خطرہ ہے سب جھڑ جاوے ورق ۳۔ب

لَا اِلٰہ کی پھڑ شمشیر تاں وچ عالم سارے پھیر

لَا اِلٰہ کی پکڑ بہاری گرد دھند سب دُور اتاری

محمَّد رَّسُول اللّٰہ من بھیتر کہے اگم پنتھ ستگور توں لئے

ایک ہزار یا تین ہزار کلمہ پاک کرے تکرار

چوبیں ہزار جو کوئی کرے انت کال بھی اس سیں ڈرے

پُرسش اس کی پیر سُوں پاوے جو لکھے موں رسم نہ آوے

جیوں کر پیر کرے تلقین لاگ رہے جیوں جل میں مین

ذکر غیب توں سن لے پیارے اللہ تیرے کام سنوارے

اچپا جاپ ہے جس نے کینا مکت پرابت اس نے لینا
جیس ترکٹی شغل پچھان عامل ہے سلطان جہاں
دونو دیوے پھر الٹاوے محراب بھواں کے بیچ لیاوے
ترکٹی کے سنگ آنکھ لگاوے جو پھل چاہے سوئی پاوے ورق ۴۔الف
ترکٹی کے تم دو گھر جانوں محمودا اور نصیرا مانوں
طرف محمودہ رکھے دھیان کوئی ویلے شغل پچھان
سانس کرن جھمک پرتسیان ایس عمل کا رکھ دھیان
شغل محمودا اور نصیرا پلک نہ جھپکے اسمیں بیرا
نوک ناک پر نظر ٹکاوے عالم نظر سراب جیوں آوے
شغل فوارہ میرے بیتا جتنا ہووے اتنا کیتا
شغل غوطہ ہے بہت غریب شغل غوثیہ جان عجیب
صور علمیہ کر توں خیال تاں توں ہوویں مرد کمال
کشف قبور اک شغل سنایا کشف فرقان بھی نال بتایا

جسم فنا کر توں یار
اپنے گھر سے ہو جا پار

اوہاں بیٹھ کر کرے نماز جگمگ جوت ار ناز نیاز
فجر تلک ایسا ہی رہے آسن سادھ سیدھا ہو بہے ورق ۴۔ب
ذکر سہ پایہ کرے مدام برزخ کہتے اسکوں عام
ذکر ثلاثہ مغز بے مول غنچہ کھڑ کر ہووے پھول

اسم اعظم بہہ پیچھے پڑھے تو یہ ساگر سکھ سوں ترے
تیس کلمے ار چوداں حرف جوں سورج پگھلاوے برف
اس سیں ظاہر کیوں کر کہیے سِر چھپے تو عارف رہیئے
سر جاوے پر سِر نہ جاوے تو یہ سِر ، سِر کوں پاوے
فجر ہووے تو پڑھے نماز سنت فرض میں کرے نیاز
ایسا راز اللہ کوں کہے آپ بیچ سوں جاتا رہے

اللہ اللہ اتنا کہے
آپ نہ رہے تے اللہ رہے

سوا پہر بیٹھے ات سار تاں پہنچے اونچے دربار
سوا پہر پر جب ہووے پورا سالک ہووے پورا سُورا ورق ۵۔الف
نفل ضحےٰ کے پھیر گذارے دین دنی کے کام سنوارے
تیس کلمے ار چوداں نام سجدے میں توں پڑھے مدام
پنجے وقت نماز پچھانے تاں اوہ حاضر خاوند جانے
سنت عصر کی ترک نہ کرے تو گوئے میدان سوں کھڑے
بعد عصر کے چُپ کر رہے شام تلک ایہ حاضر بہے
سن توں بات نوں کر کے دھیان اس میں کیا ہے رمز نہان
گم کر اپنا آپ اے غافل جسے ہونا ہے حق کا واصل
لیکن سمجھ نہ گور دن آوے ستگور باجھ یہ سوجھ نہ پاوے
عارف کامل راہ بتلاوے ارد برد کوں خوب چھپاوے

دھن دھن بھاگ میں مرشد پایا سروپ روپ جس منہ وکھایا

سنگت گور سیں میں بلہاری

بھرم دوئی کا مارن ہاری

ستگور پورے راہ بتایا تاں میں بھیت محبت پایا ورق ۵۔ب

لب سَیں یار کی میں مدھ پیتا خمار اس کے نے بیخود کیتا

اس سیں اظہر کیا بیان سر چھپے تو عارف جان

غوث الاعظم کرپا کیتی

جو یہ نعمت مجھ کوں دیتی

نام اسکے میں صدقے جاواں جاں اپنی نوں گھول گھماواں

اس کا اسم سے اسم خدا کیا ہو اسکی صفت ادا

پاک نبی تے لاکھ درود آل اتے اصحاب شہود

رمزالعباد ہے اس کا نام

نوشہ ظاہر کیئے تمام

O

☆☆☆☆

حوالے

۱۔ عصمت اللہ زاہد پروفیسر ڈاکٹر: حضرت نوشہ گنج بخش حالات و آثار؛ سنگھوئی جہلم، ۲۰۰۹ء ص ۲۷

۲۔ مقامی اہل قلم کے علاوہ ایران سے تعلق رکھنے والے محمد معصوم شیرازی کی طرائق الحقائق جلد ۳ مطبوعہ کتاب خانہ سنائی ایران کے ص ۱۱۶ پر بھی یہی درج ہے: ''وفات نوشہ سال یکہزار و یکصد و سہ بودہ درعہد سلطنت اورنگ زیب عالمگیر ہندی''

۳۔ محمد ماہ صداقت کنجاہی (م ۱۱۴۸ھ/ ۱۷۳۵ء): ثواقب المناقب؛ تصنیف ۱۱۲۶ھ/۱۷۱۴ء مرتبہ ڈاکٹر وحید قریشی شامل اورینٹل کالج میگزین، جنوری ۱۹۶۰ء ص ۷۷۔۷۶

۴۔ سائیں حسن محمد: تحائف اصفیاء، ۱۹۴۲ء

۵۔ مسل حقیت موضع رنمل ریکارڈ محکمہ مال تحصیل پھالیہ، بلفظہٖ

۶۔ رام بابو سکسینہ: تاریخ ادب اردو؛ پنجاب پریس لاہور، ۱۹۲۹ء ص ۹۷

۷۔ عبدالحق ڈاکٹر: مضمون بعنوان شمالی ہند کی سب سے قدیم مثنوی۔ مطبوعہ در سہ ماہی رسالہ اُردو، کراچی، جنوری ۱۹۵۴ء ص ۶

۸۔ حامد اللہ افسر: نقد الادب، ص ۱۶۶ ۹۔ تاریخ ادب اردو؛ ص ۱۹۶

۱۰۔ حضرت نوشہ گنج بخش احوال و آثار؛ ص ۲۲۱

۱۱۔ گوہر نوشاہی ڈاکٹر: مثنوی گنج الاسرار اردو کی ایک قدیم مثنوی۔ مطبوعہ در سہ ماہی صحیفہ، لاہور، اپریل ۱۹۶۶ء ص ۵۷

۱۲۔ جمیل جالبی ڈاکٹر: پاکستان کی قدیم اردو شاعری؛ لاہور ۱۹۷۶ء ص ۱۳۔۱۲

۱۳۔ حضرت نوشہ گنج بخش احوال و آثار؛ ص ۲۷۔۲۲۶

۱۴۔ نوشہ گنج بخش حاجی محمدؒ: گنج الاسرار؛ مرتبہ شرافت نوشاہی، ساہنپال گجرات ۱۹۶۴ء ص ۶

۱۵۔ ایضاً ص ۳۱

رمز العباد ورق 1 الف کا عکس

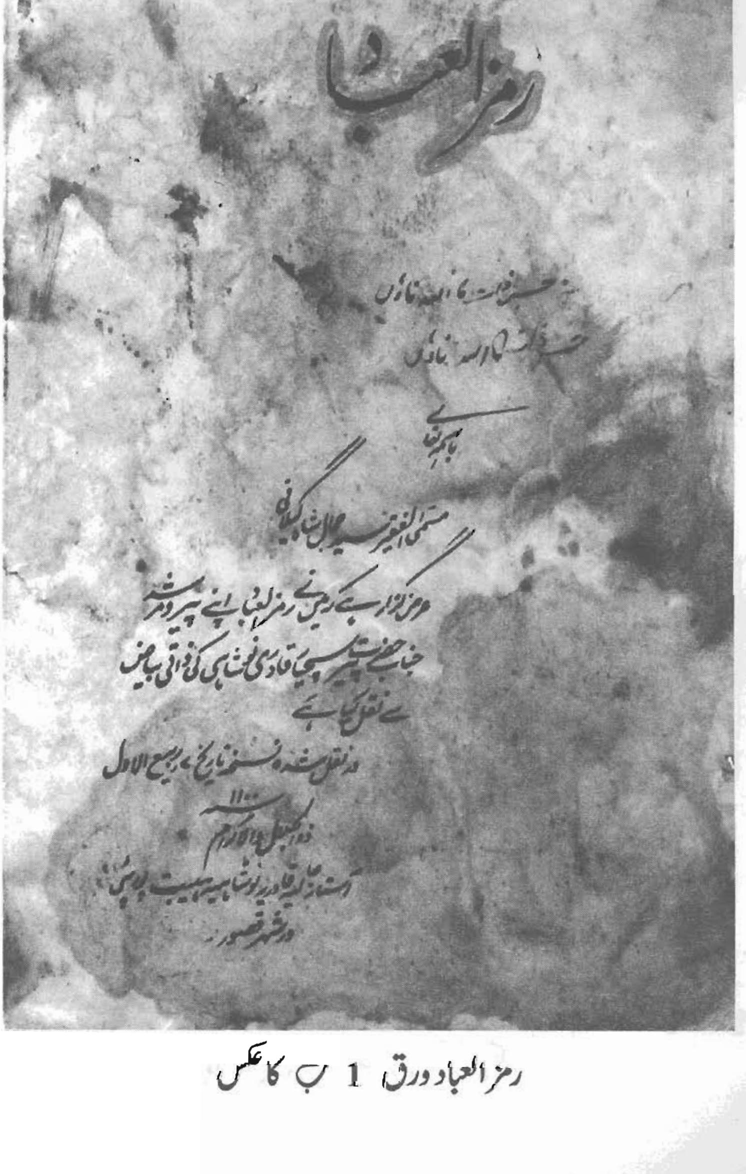

رمز العباد

رمز العباد اپنے پیر و مرشد

جناب حضرت ... قادری نوشاہی کی ذاتی بیاض

سے نقل کیا ہے

در نقل شدہ نسخہ تاریخ ۲ ربیع الاول

در شہر قصور

رمز العباد ورق 1 ب کا عکس